ناتمام
حامد نذیر

ناتمام

حامد نذیر

کتاب	:	ناتمام
صنف	:	شاعری
شاعر	:	حامد نذیر
اشاعت	:	دسمبر 2023
سائز	:	8.5/5.5 inches
صفحات	:	156
قیمت	:	1000.00روپے

انتساب

مومنہ، واصف، طیّب، ضحیٰ اور روحا کے نام

وقت کے خوشنما منظر دیکھا کیجئے
جانِ جاں آئینہ اکثر دیکھا کیجئے

ترتیب

۔	تازہ ہوا کا جھونکا	صباب عباسی	12
۔	گمنام شاعر	سعدیہ احمد	14
۔	عرض	حامد نذیر	16
1	کہیں بچھڑ گیا ہے صورت آشنا میرا		17
2	عمر بھر ساتھ ساتھ حقیقتیں تو رہتی ہیں		19
3	تو کہاں ہے میری وحشتوں کی رفیق (نظم)		20
4	کبھی نہ آ سکوں گا تمہارے رستوں میں		22
5	اہل نظر نہ جانے کس سمت کو گئے		23
6	نہ میرا رنگ جنوں نہ خوشبو ہے تمہارے والی		24
7	اب وقت کی راہوں میں ہم کیسے بہم ہوں گے		25
8	تیرا چمن میری خوشبوؤں کو ترسے گا		26
9	کسی کے حسن کے رنگ اترنے لگے		27
10	ہم نے چاہا ترا حسن سلامت رہے (نظم)		29
11	نکل کے ویرانوں سے نگر میں آ		31
12	ایک عمر سے جس نے بھلایا ہوا ہے		33
13	ہمارا ساتھ پل بھر کا ہے		34
14	دیکھیے کیا رنگ دکھائے بہار کی صورت		35

15	زندگی کٹ گئی قضا کے ہاتھوں میں	36
16	وہ راحت جاں رک نہ جائے کہیں	37
17	جو ایک بار بچھڑ گیا لوٹ کر نہیں ملا	38
18	ایک بھولی ہوئی داستاں ہم تھے	39
19	گرچہ دکھ تو ہے تجھ سے بچھڑنے کا	41
20	تمہارا واسطہ پڑتا رہے سوالوں سے	42
21	ایک حسرت کو بہ کو ہے، کیا کیا جائے	43
22	اپنے وہ سب رفیقِ جاں، جانے اب کدھر گئے	45
23	شام پڑتے ہی طاقچوں پہ ہم کو جلا دیا گیا	46
24	اپنی داستان عشق چار سو ہے ابھی	47
25	محبتوں میں یہ سانحہ بھی ہونا ہے	48
26	ہمیں خبر تھی اسے لوٹ کر نہ آنا تھا	50
27	کیا خبر کہ کیا عذاب دیکھتی ہے	51
28	سانس لینے کو تازہ ہوا مانگی تھی	52
29	اس کا لہجہ اک بے وفا کی طرح ملتا ہے	53
30	اگرچہ اس دیس لہو لہو ہم ہیں	54
31	یہ وقت ٹل نہیں رہا، اک زخم بھر نہیں رہا	55
32	کب کہا کہ راستوں میں گلاب رکھ	57
33	بس یونہی کار جہاں کرتے جاتے ہیں	58
34	میں ہوں بھی یا نہیں گھر کو کیا معلوم	59

35	میری زمیں پہ نئی روایتیں دیکھو	60
36	دور تلک اس آواز کا سایہ بھی نہیں	61
37	رائیگانی میں لمحہ نایاب کہاں سے لاؤں	62
38	تیری ادائے ناز کو کب جانتے ہیں	63
39	ہم زندگی کی راہ میں کج ادا ہوئے	64
40	ہوا آتی نہیں کسی روزن سے تو کوئی بات نہیں	66
41	تیرا حسن سلامت ہے تو سلامت ہے جہاں (نظم)	67
42	بات کرتے ہوئے ترے لہجے میں تھکن آجائے	68
43	تو مجھے کبھی حاصل نہیں ہونے والا	69
44	اس ہجر کا ہر سہارا دکھ ہے	70
45	ہم کو درپیش یہ سانحہ تھا	71
46	اس سے پہلے کہ (نظم)	72
47	ہمیں بھی محفل آرائی کا ہنر نہیں آتا	74
48	ہم اپنے خواب کیوں چھوڑیں (نظم)	75
49	سالگرہ (نظم)	76
50	قطعہ	77
51	روبرو ہے تو نظر نہ چرا مجھ سے	78
52	ہر رت جو اں تھی تم بھی پاس تھے جاناں	79
53	ہم اٹھا کے جب رخت سفر آتے ہیں	80
54	محبتوں پہ اعتبار بھی کم ہے	81

55	تُو بھی خلق کی زباں ہو بہو بولتا ہے	82
56	ہاتھ اٹھایا بھی تو خدا سے کیا مانگا	83
57	محبتوں کو زیاں سمجھ لوں کیا	84
58	اپنی وفاؤں کے قصے نہ رائیگاں جائیں	86
59	اک خواہش وصال یار دل رائیگاں میں رہ گئی	88
60	رسموں رواجوں کی بلاؤں میں گھرا ہوا ہے	90
61	اس ستم گر سے شکایات کہاں کرتے ہیں	92
62	اگرچہ بچھڑنے کا حوصلہ کب تھا	93
63	حقیقتوں کی چاہ میں خواب بھی نہیں ملا	94
64	تجھے گنوا کے پریشاں تو ہونا تھا	95
65	بس یونہی روز و شب سلگتے رہے	96
66	محبتوں میں یہ بھی ایک تجربہ اور ہی تھا	97
67	ہجرت میں کوئی لمحہ سحر تھا ہی نہیں	98
68	جو رگ جاں سے قریب لگتا ہے	100
69	اسی کو زندگی کا ثمر کہا جائے	101
70	تم کیا گئے کہ ہم پہ آسماں ٹوٹ گیا	102
71	اسی کے ساتھ سارا سفر گزارا تھا	103
72	دشت الفت میں سارے سراب ایک سے ہیں	104
73	جب ہم درد ہجراں سے مر رہے ہوں گے	105
74	کیا دن ہیں تمہاری بھی تمنا بھی نہیں کرتے	107

75	جانے کس سمت لے جائے محبت اس کی	108
76	شکستہ تھے مگر دل ہارے تو نہیں تھے	109
77	شہر محبت سے شہر بے یقیں تک آ گئے	110
78	ایک لمحہ صورت بہار ملا ہے ہمیں	111
79	لہو میں عجیب رسم بغاوت تھی	113
80	کچھ چہرے نظر تو آئے ہیں مسیحاؤں جیسے	115
81	گرچہ طعنہ زن تھا میں اس کی بے وفائیوں پر	116
82	وہ ہجر ملا ہے کہ سنبھل سکیں گے نہیں	118
83	سادہ سی نظر سادہ سے خدوخال اس کے	119
84	شہر جُنوں کو جو اپنا مکاں بناتے تھے	120
85	گردش وقت دکھائے کیا اور نہ جانے مجھ کو	122
86	چراغ ہجر اں جلا گئے ہو	123
87	ہر ایک گھڑی یوں گزرتی ہے	124
88	کس نے کی ہو گی یوں تیری آرزو میری طرح	125
89	جب نوحہ گر اں تیری مری وفاؤں کا خون تھا	126
90	تہہ خاک لے جائے، سوئے آسماں لے جائے	128
91	اس زود رنج کو دکھ کی دوا نہیں کہا	129
92	گئی رُتوں کی داستاں ہو گئے	130
93	جہاں جہاں سے بھی وہ گزر گیا ہو گا	131
94	بچھڑ گئے ہو مگر، یوں کیسے	132

95	کوئی یاد نہیں، کوئی خیال نہیں	133
96	محفل رنگ و خوشبو کو اداس کرتے ہوئے	134
97	کچھ اس طرح سے بسر زندگی کی ہے	135
98	گرچہ ترے ہجر نے بہت سوگوار کیا	136
99	تمہارا حسن بھی بکھرا ہوا ہے	137
100	اے ہوائے بہار (نظم)	138
101	بہادرو (نظم)	140
102	نازاں اتنا بھی نہ ہوں شہر ستمگر والے	141
103	ایک منظر گرفتار بلا ہے کب سے	142
104	تمہارے ہمارے سخن خواب سے ہیں	143
105	اپنے حق میں کچھ اظہار خیالات کرو	144
106	آج پھر میرے مقابل آئے ہوئے تم ہو	145
107	بس ایک پل کو اس سے گفتگو رہی	146
108	ہے خبر کہ وصل کا انتظام ہونے کو ہے	147
109	راستوں میں بکھرے زمانے ملیں گے	148
110	متفرق	149

تازہ ہوا کا جھونکا

شاعری کو ان جذبات اور احساسات کے ساتھ لکھا جائے کہ پڑھنا والا ایسا محسوس کرے کہ یہ اسی کے درد، جذبات اور احساسات کی عکاسی کر رہی ہے بلاشبہ حامد کی شاعری پڑھ کے محسوس ہوتا ہے کہ گویا آپ اسی کے ساتھ سانس لے رہے ہیں۔ اس کے لہجے میں بے باکی اور بے ساختہ پن ہے اور وہ کوئی بھی بات بغیر کسی لگی لپٹی کے آسانی سے کہہ جاتا ہے۔ یوں تو شاعری کے موضوعات میں سب سے اوپر محبت ہی ہے لیکن کوئی بھی لکھاری اپنے زمانے سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ حامد کو بھی اپنے زمانے کی حقیقتوں کا ادراک ہے اور اس نے بڑی خوبصورتی سے ان حقیقتوں کو آشکار کیا ہے۔

یونہی میرے سالار نے جھکا لی گردن
یہ جنگ کسی طور ہم ہارے تو نہیں تھے

تمھیں نظر آتا ہے ہاتھ میں جلتا سگریٹ
تمھیں اک شخص جلتا نظر نہیں آتا

جب ہم درد ہجراں سے مر رہے ہوں گے
اس کے گیسو کہیں اور بکھر رہے ہوں گے

جن کو اب کہیں منزل نہیں ملتی
کبھی یہ لوگ میرے ہمسفر رہے ہوں گے

لکھنے کا انداز بتا رہا ہے کہ یہ اردو ادب کے لیے ایک مخلصانہ کاوش ہے اور نوجوان نسل کے لیے مشعل راہ ہے کہ اس دور میں جب نوجوانوں کے اندر اردو ادب کے حوالے سے وہ تڑپ نہیں جو ہونی چاہیے اپ کی یہ کتاب ایک تازہ ہوا کا جھونکا ہے اللہ پاک سے دعا گو ہوں کہ وہ اس کے قلم میں وہ درد سوزاور طاقت عطا کرے جو نوجوان نسل کو اردو ادب کی طرف راغب کرے۔

آپ کا مخلص جرنلسٹ صیاب احمد عباسی برطانیہ

گمنام شاعر

حامد کا شعری سفر کم و بیش دس بارہ سال پہلے شروع ہوا اور تقریباً شروع ہوتے ساتھ ہی ختم ہو گیا۔ کبھی کبھی کالج کے کمرہ جماعت اور کچھ محدود حلقہ احباب میں اپنی شاعری سنائی۔ گورنمنٹ کالج آف کامرس اینڈ مینجمنٹ سائنسز کے ادبی مجلہ القسطاس میں بھی اس کی ایک غزل شائع ہوئی۔ اگرچہ حامد کو ابتدائی دنوں میں ہی کافی پذیرائی ملی لیکن اس نے اچانک سے شعر و ادب کی دنیا کو خیر آباد کہہ دیا۔ کالج سے جانے کے بعد نہ ہی اس نے کبھی کسی ادبی پروگرام یا مشاعرے میں شرکت کی اور نہ ہی اس کی شاعری پھر کبھی اس کے دوستوں تک پہنچی۔ تاہم لمبی بریک کے بعد 2021 کے آخر میں دوبارہ اس نے غزلیں لکھنا شروع کیں۔ اور آپ کے سامنے ایک کتاب کی صورت میں موجود ہے۔ حامد کا تعلق ضلع مانسہرہ کے ایک گاؤں متہال سے ہے۔ گورنمنٹ کالج مانسہرہ سے ایف ایس سی اور پھر کامرس کالج مانسہرہ سے بی کام کیا۔ نیشنل ڈیفنس یونیورسٹی سے بین الاقوامی امور میں ماسٹر کیا اور پھر قائداعظم یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ سے ایم فل کی ڈگری لی۔

حامد کی شاعری میں بہت سے موضوعات ملتے ہیں اور وہ داخلی اور خارجی کیفیات کا تذکرہ نہایت خوش اسلوبی سے کرتا ہے۔ میں شاید شاعری پر تبصرہ نہ کر سکوں۔ یوں تو بہت زیادہ اشعار میرے پسندیدہ ہیں لیکن کچھ ہی اشعار اس کتاب سے شئیر کرنا چاہوں گی

نہ میرا رنگ جنوں، نہ خوشبو ہے تمہارے والی

رُت ٹھہر گئی ہے میری جاں خسارے والی

میں نے کب چاہا تھا تجھ سے بچھڑ کر رہنا

میں نے کب چاہی تھی یہ عمر گزارے والی

دشت الفت میں سارے سراب ایک سے ہیں

رہ وفا کے سبھی عذاب ایک سے ہیں

آؤ کہ محبتوں کے مسائل پہ بات کریں

ہمیں ملو کہ ہم تم خراب ایک سے ہیں

اب جلا دیتے ہیں ہم بکھرے تنکوں کو

گئے وہ دن جب آشیاں بناتے تھے

حامد کی کتاب بہت پہلے آجانی چاہیئے تھی بہرحال یہ کتاب ایک اچھا اضافہ ہے اور مجھے بہت پسند آئی ہے۔ یقین ہے کہ آپ کو بھی اچھی لگے گی۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

ڈاکٹر سعدیہ احمد

عرض

یہ کتاب جو کہ پی ڈی ایف (PDF) کی فارم میں آپ اپنے موبائل فون یا لیپ ٹاپ سکرین پر دیکھ رہے ہیں اس کو ہارڈ یا سافٹ (Hard / Soft) کسی بھی شکل میں چھاپنے کا ارادہ نہیں تھا۔ تاہم کچھ دوستوں کے بار بار اصرار پر میں نے پی ڈی ایف میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ کتاب پی ڈی ایف میں شائع کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ میں خود کتابیں سافٹ فارم میں اور مفت میں ڈاؤنلوڈ کر کے پڑھتا ہوں۔ میری ڈائری میں جو غزل سب سے آخر میں تھی اسی سے کتاب کی ابتدا کر رہا ہوں۔

میں اپنے ان تمام احباب کا مشکور ہوں جنہوں نے میری حوصلہ افزائی کی اور قیمتی آرا سے نوازا۔ آپ کا بھی بہت شکریہ کہ آپ نے اس کتاب پہ کلک کیا اور صفحات کو سکرول (Scroll) کیا۔ آپ سے گزارش ہے کہ یہ کتاب آگے ضرور شئیر کیجئیے۔ جزاک اللہ

سلامت رہیں اور مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا

Contact me on Instagram:
https://www.instagram.com/hamidnaziir

حامد نذیر

کہیں بچھڑ گیا ہے صورت آشنا میرا
اسی کے ساتھ عکس کھو گیا میرا

جانے کس سمت گیا ہے قافلہ میرا
تنہا ہی کٹ رہا ہے راستہ میرا

اگرچہ میں نہیں سر راہگزر لیکن
تمھیں یاد تو ہوگا دیکھنا میرا

خود ہی دیا تھا مشورہ بچھڑنے کا
تمھیں تو یاد ہے وہ حوصلہ میرا

یونہی نہیں ہے عہد گزشتہ کی تلاش
عہد ماضی میں اک شخص رہ گیا میرا

وصال رُت کوئی دیکھتا بے رخی اس کی
جو پوچھتا پھرتا ہے اب پتہ میرا

خدا کرے تیری آرزو سلامت رہے
بکھر کے ٹوٹ گیا ہے حوصلہ میرا

جس کو سونپا تھا کبھی آئینہ جاں
اسی کے ہاتھ سے ٹوٹا ہے آئینہ میرا

ہجرتوں کے سلسلے اتنے دراز ہوئے
مجھ سے کھو گیا ہے کہیں پتہ میرا

عمر بھر ساتھ ساتھ حقیقتیں تو رہتی ہیں
کوئی رہے، نہ رہے نسبتیں تو رہتی ہیں

بیٹھے بیٹھے اکثر کوئی یاد بھی تو آتا ہے
کوئی بچھڑ بھی جائے محبتیں تو رہتی ہیں

پوچھتے ہو تم کہ کیا ہے آج کل حال دل
جہاں پہ دل ہو وہاں حسرتیں تو رہتی ہیں

پھر گلوں کو دیکھ کر دھیان تیری طرف گیا
کہ نظر میں حسیں صورتیں تو رہتی ہیں

پوچھ لیا ہے اس سے آج احتراماً حال دل
محبتیں نہ بھی ہوں مروتیں تو رہتی ہیں

تو کہاں ہے میری وحشتوں کی رفیق

دیر تلک یونہی چپ بیٹھے ہوئے
تنہائی میں کوئی ملال پھوٹ پڑے
میں جو کچھ دیر کو خود سے مل لوں
تو شیشۂ جاں سے خیال پھوٹ پڑے

میں آج اس کوچہ نامراد میں ہوں
جہاں تمہاری کوئی صدا نہیں آتی
موسم حبس ہے کہ ٹھہر ہی گیا ہے
شہر گُل رخ سے مگر ہوا نہیں آتی

قریہ قریہ ہے یہاں دشت ہجراں
ایک گریہ یعقوب ہے ہر سو بولتا ہے
ایک منظر ہے کہ زبانیں چپ ہیں
شہر کی گلیوں میں مگر لہو بولتا ہے

میں رہا ہوں جس دیار میں بھی
اس کے سبھی بام و در اداس رہے
بکھر گئے سب پھول ایک ایک کر کے
مگر یہ آس خوشبو مرے پاس رہے

جانے کہاں ہوں کس دیار میں ہوں
بارہا پکارا تجھے عالم مدہوشی میں
میں نے بھی چاہا تھا ترا التفات مگر
میں نے رہنا تھا فقط دشت فراموشی میں

اس کشاکش میں کچھ سمجھ نہیں آتی
عجیب ہو چلا ہے زندگی کا طریق
آج پھر دل نے پکارا ہے تمہیں
تو کہاں ہے میری وحشتوں کی رفیق

کبھی نہ آ سکوں گا تمہارے رستوں میں
اب یاد بن کے آؤں گا ترے دریچوں میں

لگ رہا ہے پھر کوئی سانحہ ہو گا
خواب لرز رہے ہیں کسی کی آنکھوں میں

پھر کب سلامت رہا ہے آئینہ جاں
دراڑیں پڑ گئیں جب چاہتوں میں

کیسے کھل پائے گی مرے دل کی حقیقت
کہ آنسو ڈھل گئے ہیں قہقہوں میں

اے زندگانی الوداع کہ اب ہم
فسانہ بن کے آئیں گے محفلوں میں

اہل نظر نہ جانے کس سمت کو گئے
سورج دماغ لوگ اندھیروں میں کھو گئے

تیرے میرے نام کا کتبہ ہی رہ گیا
وہ زمانہ ہائے الفت تو افسانہ ہو گئے

کیا لوگ تھے وہ لوگ، روشن خیال لوگ
جو زندگی کی راہ میں دکھ پرو گئے

اچھے ہی تھے اپنے بزرگوں کے فیصلے
پر تیری میری پلکوں پہ نشتر چبھو گئے

وہ جو اپنا تھا کبھی اب یاد بھی نہیں
ہم بھی کیا پتہ اب کس کس کے ہو گئے

بیٹھی ہوئی تھیں صدیاں انتظار میں
اور ہم بیتے ہوئے لمحوں کو رو گئے

نہ میرا رنگ جنوں، نہ خوشبو ہے تمہارے والی
رُت ٹھہر گئی ہے میری جاں خسارے والی

اس کے جانے پہ ایک غزل کہی میں نے
وہ میری دوست، دوست بھی پیارے والی

میں نے کب چاہا تھا تجھ سے بچھڑ کر رہنا
میں نے کب چاہی تھی یہ عمر گزارے والی

تو نے دیکھے ہی نہیں ہیں لرزتے در و بام
تو نے دیکھی ہی نہیں عمر خسارے والی

دشتِ حیراں میں ڈھونڈتا پھرتا ہوں اسے
جانے کس سمت گئی آنکھ ستارے والی

اب وقت کی راہوں میں ہم کیسے بہم ہوں گے
وہاں تم نہیں آؤ گے جس راہ پہ ہم ہوں گے

دل چاہے بھی اگر تو پلٹ کر نہیں آنا
اب تجھ سے مراسم کے امکان بھی کم ہوں گے

کوچہ ہجراں کے احوال کا کیا کہنا
دہلیز پر بیٹھے کچھ دیدہ نم ہوں گے

میرا دل ناکام اور عمر جوانی کی
اے گردش دوراں کہیں ایسے بھی ستم ہوں گے

اس دشت فراموشی میں ہمیشہ تو نہیں رہنا
کچھ چہرے تو ہم پہ بھی مائل بہ کرم ہوں گے

تیرا چمن میری خوشبوؤں کو ترسے گا
ہر ایک لمحہ انہی رفاقتوں کو ترسے گا

جو اس وقت گریزاں ہے محبت سے
وہی شخص میری عداوتوں کو ترسے گا

چل پڑیں گے اک روز آوارہ مزاج
شہر کا شہر ان صحبتوں کو ترسے گا

یاد آئیں گے تم کو بھی اشعار مرے
تیرا خیال انہی آئینوں کو ترسے گا

میں آج کل اس کو میسر ہوں بہت
بدلتی رت میں ان سہولتوں کو ترسے گا

کسی کے حسن کے رنگ اترنے لگے
اور ہم شاعری سے گریز کرنے لگے

اس ایک رخ پہ ہزار صبحیں ہوں قرباں
اس ایک رخ سے رات بکھرنے لگے

کس بھنور میں لے کے آئی ہے حیات
اب کی بار ساحلوں سے بھی ڈرنے لگے

پھر ایک حسن کی جلوہ آرائی ہے
پھر سے ہم جان سے گزرنے لگے

کس نے بخشا ہے محفل ہستی کو سکوت
بہت سے لوگ زندگی سے مکرنے لگے

خدا کرے کہ خزاں کا فسوں ٹوٹ پڑے
خدا کرے کہ تو ایک بار ہنسنے لگے

ہم ہی وہ لوگ جو جی اٹھے ترے آنے سے
ہم ہی وہ لوگ جو ہجر میں مرنے لگے

ہم نے چاہا ترا حسن سلامت رہے

حرف میرے سبھی ریزہ ریزہ سہی
تجھ پہ کوئی نہ حرف ملامت رہے
خود شکستگی کا بوجھ اٹھایا رہا
ہم نے چاہا ترا حسن سلامت رہے

تیری راہوں میں اک روشنی کے لیے
تیرگی میں ہم اپنے لہو میں جلے
بکھرتی ہوئی زندگی کے لیے
وقت کی گردشوں سے بھی نہ ٹلے

دور اگرچہ قحطِ وفا کا ہی تھا
تجھ کو پھر بھی ہم فراواں رہے
بازار وقت میں بہت قیمتی ہی سہی
پر تمہارے لیے تو ہم ارزاں رہے

راہیں تکتا رہا وقت اپنی مگر
ہم تو جیتے رہے بس ترے نام سے
تیری خاطر چلنا تھا چلتے رہے
گرچہ گھائل ہوئے گردِ ایّام سے

رفتہ رفتہ کلیاں بکھرتی گئیں
اپنے حصے میں دکھ بہاروں کا تھا
کشتی جاں غرقاب ہوتی گئی
اور شکستہ سا منظر کناروں کا تھا

ایک روز ہمیں کوچ کرنا تو تھا
سو اپنے لہو سے وضو کر چلے
شکستہ ہوا کوچہ جاں تو کیا
کوچہ یار کو سرخرو کر چلے

نکل کے ویرانوں سے نگر میں آ
بھٹکے ہو چاند میرے گھر میں آ

ہم بھی آوارہ ہیں کئی صدیوں سے
تو بھی کسی روز راہگزر میں آ

صدیوں مجھے بھولے ہوئے شخص
کبھی تو دعاؤں کے اثر میں آ

گرم پہروں میں سلگتے سورج
کچھ دیر کو سایہ شجر میں آ

کبھی تو زندگی کو قریب سے دیکھ
کبھی تو حلقۂ اہل نظر میں آ

ایک دستک دے مرے تخیل پر
کوئی شعر بن کر میرے ہنر میں آ

تُو جو رہتا ہے لا مکاں سے ادھر
آج سلسلہ شام و سحر میں آ

ہم لگائیں گے خوشبوؤں کا سراغ
تو بھی میرے ساتھ سفر میں آ

ایک عمر سے جس نے بھلایا ہوا ہے
یہ دل اسی کی یاد میں جلایا ہوا ہے

آج پہلو سے کیسی کسک اٹھی ہے
تجھے تو صدیوں سے بھلایا ہوا ہے

اپنے پیکر ناز پہ اتنا بھی نہ اِترا
میں جلا ہوں تو تیرا سایہ ہوا ہے

جس کو اک زمانہ آفت جاں کہتا ہے
ہم نے وہ شخص سینے سے لگایا ہوا ہے

بڑھ چکے ہیں کچھ گردش ایام کے ستم
اور مجھے تو بھی یاد آیا ہوا ہے

ہمارا ساتھ پل بھر کا ہے
ہمیں شوق سفر کا ہے

تعلق عارضی تھا مگر
یہ نقصان عمر بھر کا ہے

میں نے جانا ہے دور تلک
تُو تو مری راہگزر کا ہے

کچھ دیر میں بجھ جانا ہے
وہ ایک دیا سحر کا ہے

پوچھتی ہے جو شام فراق
وہ پتہ تو مرے گھر کا ہے

دیکھیے کیا رنگ دکھائے بہار کی صورت
پھول کھلنے لگے ترے رخسار کی صورت

وہ الوداع کہنے دہلیز تلک آیا ہے کہ اب
ممکن ہی نہیں ہجر سے انکار کی صورت

اے جان حیات، میرے ہر دکھ کی مسیحا
اب لوٹ کے آ جا کسی آزار کی صورت

زندگی نے بھی اک روز بکھر جانا ہے
مرے خوابوں کی طرح، ترے پیار کی صورت

میں نے جس کے لیے غزل پہ غزل لکھی تھی
یاد میں آتی نہیں اسی یار کی صورت

کیا تجھے بھی محبت میں سہولت نہ ملی
تو بھی ٹوٹ گیا ہے میرے پندار کی صورت

زندگی کٹ گئی قضا کے ہاتھوں میں
چراغ جلتا رہا ہے ہوا کے ہاتھوں میں

وہ میری متاع حیات تھی سو میں نے
اس کو سونپ دیا خدا کے ہاتھوں میں

مجھ کو اپنے عشق کی ہے انتہا معلوم
میرے خواب ہیں بے وفا کے ہاتھوں میں

اب میرا فسانہ شہر شہر ہو گا
کہانی لگ گئی ہے آشنا کے ہاتھوں میں

وہ ایک شخص بڑی مشکلوں سے پایا تھا
گنوا دیا ہے جسے انا کے ہاتھوں میں

وہ راحتِ جاں رک نہ جائے کہیں
یہ نبضِ رواں رک نہ جائے کہیں

وہ دیکھتی ہے تو دیکھتی ہی رہتی ہے
یہ گردشِ رواں رک نہ جائے کہیں

تو بھی پلٹ آ، گئی رتوں کی طرح
تمہارے بعد خزاں رک نہ جائے کہیں

دیارِ ہجر سے کوئی لوٹ کر نہیں آیا
تو بھی وہاں رک نہ جائے کہیں

کہیں پھر صبح بھی زنگ آلود نہ ہو
چراغوں کا دھواں رک نہ جائے کہیں

جو ایک بار بچھڑ گیا لوٹ کر نہیں ملا
زخم تو ملتے رہے ہیں چارہ گر نہیں ملا

جاں لٹائی بارہا زندگی کے نام پر
ہاں مگر زندہ رہنے کا ہنر نہیں ملا

زندگی کے سفر میں آتے جاتے راستوں پر
لوگ بہت ملے مگر ہمسفر نہیں ملا

زندہ رہنے کے لیے حوصلے سب نے دیے
اس سفر میں ہمیں رخت سفر نہیں ملا

وہ لوگ کہ جو خلاؤں تک پہنچ گئے
ایک ہم کہ جنہیں تیرا گھر نہیں ملا

ایک بھولی ہوئی داستاں ہم تھے
اس شہر میں بے نشاں ہم تھے

ہم جو نکلے تو بات آگے بڑھی
اک کہانی میں رائیگاں ہم تھے

تمہاری قسمت جو پستیاں چن لیں
تمہاری خاطر تو آسماں ہم تھے

اپنا ذکر صدیوں تک تو رہنا تھا
خامشی کی وہ داستاں ہم تھے

زندگانی تھی تمہاری یاد کے نام
اور تمہاری یاد پہ مہرباں ہم تھے

یہ پھول ہمارے نام سے کھلتے تھے
بہار رت کے رازداں ہم تھے

ہم سے بچھڑ کے اب خیر مناتا ہے
کبھی اس کا یقین و گماں ہم تھے

پھر ایک دن ازل نے راہ روکی
جانے کس سمت رواں ہم تھے

گرچہ دکھ تو ہے تجھ سے بچھڑنے کا
مگر امکان بھی کہاں تھا ہمارے ملنے کا

یہ حالت جاں تھی تمہارے ہجراں میں
بس ایک منظر تھا حیات ڈھلنے کا

بچھڑتے وقت اس نے مڑ کے دیکھا تھا
مجھے گماں ہوا وقت کے ٹھہرنے کا

چمن تو مہک اٹھا کچھ دیر کے لیے
جان لیوا تھا منظر پھول بکھرنے کا

یہ جان کر بھی کہ تغیر پذیر دنیا ہے
دکھ ہوا ہے بہت تیرے بدلنے کا

تمہارا واسطہ پڑتا رہے سوالوں سے
خدا کرے تمہیں نسبت رہے اجالوں سے

محبتوں میں کیا چاہا ہے بجز اس کے
تو مجھے یاد رکھ معتبر حوالوں سے

بس ایک روز شہر مصلحت سے ہجرت کی
میری صلح نہیں ہوئی مکرنے والوں سے

عجب نہیں ترے زخم بھی رفو کر دیں
کبھی مل تو سہی ہم پریشان حالوں سے

تیرا خیال بھی زندگی کا جھونکا ہے مگر
زندگی کٹتی نہیں فقط خیالوں سے

ابھی تو سچ افواہ کی طرح پھیلے گا
سقراط کہاں مرتا ہے زہر کے پیالوں سے

ایک حسرت کو بہ کو ہے، کیا کیا جائے
زندگی کی جستجو ہے، کیا کیا جائے

میری پلکوں پہ لہو ہے، کیا کیا جائے
آج کل تمہاری آرزو ہے، کیا کیا جائے

جو سرد رتوں میں خاموش کھڑے ہیں شجر
ان میں خواہش نمو ہے، کیا کیا جائے

یہ جو ایوانوں میں روشن ہیں چراغ
ان میں تیرا میرا لہو ہے، کیا کیا جائے

تمھارے حسن ہے ابھی تخیل میں
اک خیال چار سو ہے، کیا کیا جائے

میرا دل ہے عداوتوں پہ آمادہ
اور تُو میرے روبرو ہے، کیا کیا جائے

یہ جو شہر شہر بنا ہے افسانہ
میں ہوں اور تو ہے، کیا کیا جائے

اپنے وہ سب رفیقِ جاں، جانے اب کدھر گئے
وقت کی گرد باد میں شاید کہیں بکھر گئے

آنے لگے ہیں یاد مجھے وہ یاران تیز گام
جو عاشقی کی دوڑ میں جاں سے گزر گئے

گئی رتوں میں جو ہم لکھتے رہے قصیدہ جاں
کہانیاں کہیں کھو گئیں، وہ لفظ بے اثر گئے

وہ سب عہد ہائے وفا کون نبھاتا عمر بھر
اس کی سہولت کے لیے وفا سے ہم مکر گئے

ہم وہ لوگ تھے جنہیں گردشیں خوش آ گئیں
وہ اور لوگ تھے کہ جو بھنور سے پار اتر گئے

شام پڑتے ہی طاقچوں پہ ہم کو جلا دیا گیا
جب بھی روشنی ہوئی ہم کو بجھا دیا گیا

اہل حکم کی چال کا اگرچہ سب کو علم تھا
پر وہ جو زباں دراز تھا اس کو اٹھا دیا گیا

بربادی وطن کا ماجرا ہم جو پوچھنے گئے
حب وطن پہ اک اور ترانہ سنا دیا گیا

سب کچھ لے لیا گیا ہم سے خدا کے نام پہ
پھر ہم کو جینے کے لیے نام خدا دیا گیا

محل بچانے کے لیے ان بپھرتے پانیوں کو
کچی بستی کی طرف راستہ دیا گیا

ظلم یہ ہوا یہاں چہرے مسخ کیے گئے
پھر اس کے بعد ہاتھ میں آئینہ دیا گیا

اپنی داستان عشق چار سو ہے ابھی
اس شہر میں ہم پہ گفتگو ہے ابھی

ابھی ہم وقت رواں کو روک لیتے ہیں
کسی کا دمکتا حسن روبرو ہے ابھی

اگر ہے چاک چاک بدن تو کیا غم ہے
یہی بہت کہ قلم سرخرو ہے ابھی

مدتوں سے اور محبت نہیں ہوئی
جو پہلا دکھ تھا وہ ہو بہو ہے ابھی

دفعتاً سارے منظر حسین لگنے لگے
مجھے لگا کہ میرے ساتھ تو ہے ابھی

ابھی گریز ہے مرے چارہ گر کو بھی
زخم جاں کو بھی خواہش نمو ہے ابھی

محبتوں میں یہ سانحہ بھی ہونا ہے
ہم تم کو کبھی گمشدہ بھی ہونا ہے

ہم بھی دیکھیں گے گئے دنوں کا عکس
ہمیں اک دوسرے کا آئینہ بھی ہونا ہے

وہ ایک شخص بہت سوال اٹھاتا ہے
اس کو ایک روز لا پتہ بھی ہونا ہے

جو آج کل نئی رتوں کا ساتھی ہے
اسی نے میرے لیے حادثہ بھی ہونا ہے

اگرچہ وہ کسی سبب سے ملا ہے مجھے
مگر جدا اس نے بے وجہ بھی ہونا ہے

گھیر رکھا ہے مجھے سانحوں نے مگر
ان جنگلوں میں کہیں راستہ بھی ہونا ہے

اک حادثے نے کیا تھا یکجا ہم کو
اک حادثے سے ہی ہمیں جدا بھی ہونا ہے

ہمیں خبر تھی اسے لوٹ کر نہ آنا تھا
یہ پھر ملنے کی بات تو اک بہانہ تھا

ہم ایک دوسرے تک پہنچ نہیں پائے
ہمارے درمیاں صدیوں بھرا زمانہ تھا

اگرچہ اس سے ملاقات رہی دیر تلک
نہ کوئی حکایت دل نہ کوئی فسانہ تھا

پھر اس سے مراسم ہوئے نئے سرے سے
وہ شخص جس سے تعلق پرانا تھا

یہ کن رتوں میں عشق ہوا ہے تجھ سے
ابھی تو ہم کو رخت سفر اٹھانا تھا

اک پڑاؤ پہ ملے تھے ہم اس سے
پھر ہم کو کسی اور سمت جانا تھا

کیا خبر کہ کیا عذاب دیکھتی ہے
وہ لڑکی جون کی کتاب دیکھتی ہے

میرا وجود کہیں ہے ہی نہیں اور وہ
مرے ساتھ رہنے کے خواب دیکھتی ہے

یوں تو یکتا ہے بے رخی اس کی
مگر دیکھے تو بے حساب دیکھتی ہے

کبھی کبھی وہ خود کو دیکھنے کے لیے
کھول کر میری کتاب دیکھتی ہے

وہ چل رہی ہے دشت محبت میں
اسی چاہ میں سراب دیکھتی ہے

سانس لینے کو تازہ ہوا مانگی تھی
ہم نے کب بچھڑنے کی دعا مانگی تھی

جب چاہا تو پوچھ کے چاہا تجھ کو
عداوتوں میں بھی تیری رضا مانگی تھی

پھر چلے آئے اسے خدا کے حوالے کر کے
وہ محبت کہ جو نام خدا مانگی تھی

ہم کو ہر بار جو تیرے روبرو لے آئے
ہم نے ہر بار وہی ایک خطا مانگی تھی

پھر ایک شب گھبرا کے سکوت شب سے
ایک دیا تھا کہ جس نے ہوا مانگی تھی

ہوائے خزاں سے بکھرتی ہوئی کلیوں نے
پھر مہکنے کے لیے تیری قبا مانگی تھی

اس کا لہجہ اک بے وفا کی طرح ملتا ہے
یہ بھی کیا کم ہے کہ آشنا کی طرح ملتا ہے

جیسے خزاں میں ہو مہکتی رتوں کا پیام
کبھی کبھی وہ شخص دعا کی طرح ملتا ہے

تیرا ملنا وقت کی رفتار بڑھا دیتا ہے
تیرا ملنا بھی تو قضا کی طرح ملتا ہے

جب تو بھی دیکھنے میں میرے جیسا ہے
پھر کیوں مجھ کو تُو خدا کی طرح ملتا ہے

یوں ملتا ہے وہ تشنگی بڑھانے کے لیے
جیسے پیاسے کو قطرہ سزا کی طرح ملتا ہے

اگرچہ اس دیس لہو لہو ہم ہیں
نئے رتوں کی مگر جستجو ہم ہیں

تمہارا ظلم ہے اب چار پل کے لیے
اب تمہارے ظلم کے روبرو ہم ہیں

تیرگی کی طرح کہیں کہیں تم ہو
روشنی کی طرح چار سو ہم ہیں

بزم ہستی میں فقط ہم دھڑکتے ہیں
مثل ہوائے سحر کو بہ کو ہم ہیں

تم نظام کہنہ کی فرسودہ روایت ہو
نئے زمانوں کی آبرو ہم ہیں

یہ وقت ٹل نہیں رہا، اک زخم بھر نہیں رہا
کسی سانحے کا عذاب ہے دل سے اتر نہیں رہا

اب کہ قریہ جاں میں پھر ہجر رتوں نے آ لیا
شمع بجھی بجھی سی ہے لمحہ بکھر نہیں رہا

یونہی روز اپنے درمیاں، بڑھ رہی ہیں دوریاں
میری دعائے نیم شب میں اب اثر نہیں رہا

سوچ رہے ہیں اہل جنوں کن راستوں پر چلیں
کارزارِ عشق بھی اب بے خطر نہیں رہا

جو میری شاعری میں اب بولنے لگا ہے بہت
یہی ظلم ہے وہ مجھ سے کوئی بات کر نہیں رہا

تو کیا یہ ساری کوششیں کسی اور کے لیے ہی تھی
یعنی کوئی چراغ بھی دم سحر نہیں رہا

وہ کہیں رکے تو آج جی بھر کے اس کو دیکھ لوں
جو شخص چاند کی طرح کہیں ٹھہر نہیں رہا

کیا کہوں کہ جان جاں، تیرا مریض نیم جاں
تیرے بعد جی نہیں رہا، تیرے بعد مر نہیں رہا

کب کہا کہ راستوں میں گلاب رکھ
دریچہ ہائے دل میں اضطراب رکھ

کوئی ہمسفر نہیں ملا تو نہ سہی
رختِ سفر میں جون کی کتاب رکھ

تمہاری آنکھیں بہت حسین ہیں لیکن
تُو اپنی آنکھوں میں کوئی خواب رکھ

یہ کیا کہ سب کچھ ہی حسبِ حال ہو
اس سفر میں کہیں تو سراب رکھ

جو ترے انتظار میں رائیگاں ہو گئی
اس عمر کا بھی کبھی حساب رکھ

بہت دنوں غزل نہیں ہوئی کوئی
میری ہتھیلی پہ تازہ عذاب رکھ

بس یونہی کار جہاں کرتے جاتے ہیں
زندہ رہنا تھا مگر ہم مرتے جاتے ہیں

اس حسن کے رنگ اترتے جاتے ہیں
محبتوں کے عنواں بکھرتے جاتے ہیں

یہ کون گل عذار ہے جس کے آتے ہی
چمن میں سب پھول نکھرتے جاتے ہیں

عجیب ہے کہ بلندیوں کی حسرت میں
کچھ لوگ نظروں سے گرتے جاتے ہیں

ہے داستاں کہ زندگی کی حسرت میں
ہم لوگ جاں سے گزرتے جاتے ہیں

تیری بخشی ہوئی وحشت ہے کہ ہم
ہر ایک بھنور میں اترتے جاتے ہیں

میں ہوں بھی یا نہیں گھر کو کیا معلوم
ساکت ہوا کا بام و در کو کیا معلوم

وہ فرشتے ہیں سو میری خبر رکھتے ہیں
مگر فرشتوں کا ایک بشر کو کیا معلوم

فقط اسی کا تذکرہ ہے ہواؤں سے
یہ بات میرے بے خبر کو کیا معلوم

اس کو حیرت ہے مسافت زدہ چہرے پر
ہجرتوں کا دکھ شجر کو کیا معلوم

میری جاں درد کریدنے سے بڑھتا ہے
یہ زخم ہجر ہے چارہ گر کو کیا معلوم

میری زمیں پہ نئی روایتیں دیکھو
پانیوں پہ تیرتی ہوئی میتیں دیکھو

تم ٹھیک ہو یہ تم کو لگتا ہے
جبینِ وقت پہ پڑی سلوٹیں دیکھو

وہ بولتا تھا اسی لیے مارا گیا ہے
اہل جرم کی عجب وضاحتیں دیکھو

یہ لوگ ہیں شہر منافقت کے امیر
سچ کے سامنے ان کی وحشتیں دیکھو

کھینچ لیتا ہے بولتی زبانوں کو
سالار وقت کی یہ جراتیں دیکھو

وہ آنکھوں سے خواب چھینتا ہے فقط
امیر شہر کی تم رعائتیں دیکھو

دور تلک اس آواز کا سایہ بھی نہیں
ایسا بچھڑا کہ پھر یاد آیا بھی نہیں

مجھ کو اک نئے غم کی ضرورت تھی بہت
وہ جو روٹھی تو میں نے منایا بھی نہیں

اس کی خوشبو کمرے میں بسی رہتی ہے
وہ جو دہلیز سے پار کبھی آیا بھی نہیں

اتنا معلوم تھا تم نے بھی بچھڑ جانا ہے
اب کہ ہجراں میں آنسو بہایا بھی نہیں

رائیگانی میں لمحہ نایاب کہاں سے لاؤں
تجھ کو پانے کے میں اسباب کہاں سے لاؤں

تو آج کن اندھیروں میں ملی ہے مجھ کو
اب تمہارے لیے مہتاب کہاں سے لاؤں

تجھ کو وہ عشق، انداز جنوں چاہیے ہے
میں جوانی کی تب و تاب کہاں سے لاؤں

سچ یہ ہے کہ تعبیر حسب توقع نہ ملی
پھر سے وہ نشاط خواب کہاں سے لاؤں

جہاں کبھی روز زخم کھلا کرتے تھے
وہ محفل وہ حلقہ احباب کہاں سے لاؤں

تیری ادائے ناز کو کب جانتے ہیں
ہم تجھے کسی اور سبب جانتے ہیں

ہم نے ان زمینوں پہ لہو چھڑکا تھا
پھول ہمیں با انداز ادب جانتے ہیں

مرے حساب ہیں کچھ اندھیروں سے
لوگ مجھے گرفتار شب جانتے ہیں

جن لب و رخسار کا تذکرہ ہے بہت
ہم کو وہ رخسار و لب جانتے ہیں

یوں سر شام آنکھ چرا کر ہم سے
چاند جاتا ہے کہاں، سب جانتے ہیں

الگ بات کہ کوئی بات نہیں کی ورنہ
ہم تیرے بچھڑنے کا سبب جانتے ہیں

ہم زندگی کی راہ میں کج ادا ہوئے
لیکن تیرے لیے تو ہم با وفا ہوئے

کیا خبر کہ تجھے اثر ہوا، نہیں ہوا
بارہا ترے حضور ہم لب کشا ہوئے

تجھ سے دوستی پھر تجھ سے دشمنی
بہت سے لوگ ہم سے آشنا ہوئے

اے یار بے وفا تیری اداؤں کی خیر ہو
ہم بھی ترے فراق میں سخن سرا ہوئے

دل کو بھی عزیز تھیں نئی رفاقتیں
اچھا ہوا کہ تم بھی آخر جدا ہوئے

کچھ طاقچوں سے چراغ بجھانے کے واسطے
اک شہر نامراد کی ہم بھی ہوا ہوئے

کچھ لوگوں سے ہم نے مروت سے بات کی
کچھ لوگ ہم سے بات کرکے خدا ہوئے

ہوا آتی نہیں کسی روزن سے تو کوئی بات نہیں
بارود کی بُو آتی ہے چمن سے تو کوئی بات نہیں

اپنا کیا ہے ہم نے جانا ہے، سو چلیں جائیں گے
پیام آیا ہے اس جبیں کی شکن سے تو کوئی بات نہیں

یہ بھی کیا کم ہے کہ وہ پہلو تو میسر ہیں ہمیں
آنچ آتی ہے اس کے بدن سے تو کوئی بات نہیں

ہم سوئے چمن جائیں گے اس مست خرام کے ساتھ
کلیاں جلنے لگیں پیرہن سے تو کوئی بات نہیں

بہت سی گردشیں تو اپنے لہو میں بھی ہیں
کوئی معاملہ ہے چرخ کہن سے تو کوئی بات نہیں

وسعت دشت میں اپنا بھی اک مکاں تو ہے
صلیبیں متصل ہیں آنگن سے تو کوئی بات نہیں

تیرا حسن سلامت ہے تو سلامت ہے جہاں

تیرے رخ روشن پہ چمکتے ہیں جو چاند
مری روح کے دریچے میں دمکتے ہیں ابھی
ان ہونٹوں پہ کھلتے ہوئے خوش رنگ گلاب
مرے ادراک کی راہوں میں مہکتے ہیں ابھی

تری سانسوں کی حرارت، ترے جسم کی آنچ
میں تو تا عمر اس آگ میں دہکنا چاہوں
یہ قبا کی مہک، ترے انفاس کی خوشبو
میں تو انگ انگ اسی رت میں مہکنا چاہوں

تیرا حسن سلامت ہے تو سلامت ہی جہاں
ہر سو پھیلی ہوئی شکست کی بات ہی کیا
تو مرے پاس ہے میری جاں یہی کافی ہے
پھر اس بکھرتی ہوئی رُت کی اوقات ہی کیا

بات کرتے ہوئے ترے لہجے میں تھکن آ جائے
تو صبح روشن کی جبیں پہ شکن آ جائے

اور کیا چاہتے ہیں ہم شب رفتہ کے اسیر
صبح فردا میں کوئی لمحہ روشن آ جائے

تم سوئے بازار وفا چلے تو ہو لیکن
عجب نہیں کہ راہ میں دار و رسن آ جائے

یہی سوچ کے شناسائی کے در کھولے ہیں
کہ تیرے لہجے میں بے ساختہ پن آ جائے

جان جاں پھر یہ غم کے اندھیرے کیا ہیں
زندگی میں اگر ترے رخ کی کرن آ جائے

اب تو اس کو بھی کہیں اماں نہ ملے
لوٹ کر جب کوئی سوئے وطن آ جائے

تو مجھے اب حاصل نہیں ہونے والا
یہ مسئلہ تو کبھی حل نہیں ہونے والا

جانتا ہوں کہ اب سفر دشوار بہت ہے
اور ہمراہ تیرا آنچل نہیں ہونے والا

ڈوبنو والو کیا سوچ کے صدا دیتے ہو
کوئی تمہارے لیے ساحل نہیں ہونے والا

ایک شاعر سے محبت کی تمنا ہے تمہیں
یوں تیرا عشق مکمل نہیں ہونے والا

اپنے حصے میں ہے اماوس کی گھنی رات
اپنے حصے میں مہ کامل نہیں ہونے والا

آج اچھا لگا ہے مل کے تم سے
میں ہر بار تو پاگل نہیں ہونے والا

اس ہجر کا ہر سہارا دکھ ہے
تیرے یادوں کا کنارا دکھ ہے

چاند، سورج ، ستارا دکھ ہے
زندگی کا استعارا دکھ ہے

تری بے رخی کے اٹھا کے ستم
ہم نے شعروں میں اتارا دکھ ہے

تم کو مل جائیں ساری خوشیاں
اپنے حصے میں تو سارا دکھ ہے

اس کے دکھ ہمارے ذمے ہیں
ہمارا دکھ فقط ہمارا دکھ ہے

یہ دیس کیا ہے اک کھلا زنداں
یہ جہاں بھی تو سارا دکھ ہے

ہم کو درپیش یہ سانحہ تھا
جیب خالی تھی عشق سچا تھا

سوا اس کے نہ کوئی رستہ تھا
بس ہر راہ چلتے پہ بھروسہ تھا

وہ راکھ بکھری تھی میرے دل کی
شہر میں جس آگ کا چرچا تھا

پھر ایک روز شیشۂ جاں ٹوٹا
شاید ترے بچھڑنے کا حادثہ تھا

جو گیا وہ لوٹ کے آیا ہی نہیں
زندگی میں یہی اک واقعہ تھا

عشق میں سانحہ ہے یہی
جو بچھڑ گیا سب سے اچھا تھا

اس سے پہلے کہ

اس سے پہلے کہ بے ثبات دنیا میں
تمہارا حسن خواب ہو کے رہ جائے
ہر تمنا سراب ہو کے رہ جائے

اس سے پہلے کہ یہ ذوق نظر نہ رہے
ہر حقیقت مجھ کو خواب لگنے لگے
تمہارا حسن بھی اک سراب لگنے لگے

اس سے پہلے یہ بے قرار آنکھیں
کہیں اور منظروں میں کھو جائیں
تمہارے حسن کے نقش محو ہو جائیں

میری جاں تو آج ٹھہر جا کہ کل
تو لوٹ کے آئے تو عاشقی نہ رہے
تیری طلب میں پھر زندگی نہ رہے

میری جاں پھر کیا خبر کہ کل
اثر کر جائے کسی غمخوار کی بات
اور لب پہ نہ آئے لب و رخسار کی بات

میری جاں تو آج نظر آ مجھ کو
میرے سخن کے مسئلے حل ہو جائیں
میرے کچھ اشعار مکمل ہو جائیں

ہمیں بھی محفل آرائی کا ہنر نہیں آتا
وہ چاند بھی اب بام پر نہیں آتا

تمہیں نظر آتا ہے ہاتھ میں جلتا سگریٹ
تمہیں اک شخص جلتا نظر نہیں آتا

وہ شخص جو عذاب جاں بنا ہوا تھا
خیال اس کا اب لمحہ بھر نہیں آتا

ترے جہاں کی وسعت ہے بے شمار مگر
تیرے جہاں میں کہیں اپنا گھر نہیں آتا

صدا نہیں دی ہم نے بھی گئے ہوؤں کو
وہ زود رنج بھی لوٹ کر نہیں آتا

رہ وفا میں اگر چل سکو تو چلو
اس دشت میں لیکن شجر نہیں آتا

ہم اپنے خواب کیوں چھوڑیں

چلو کہ ہمیں چلتے جانا ہے
گرچہ راہیں ہیں سب الجھی ہوئی
ہمیں تو جینا ہے آخری سانس تلک
گرچہ حیات ملی ہے رینگتی ہوئی

اہل ہوس کی بے کنار دنیا میں
ہمیں خبر ہے کہ اہل وفا ہیں ہدف
قدم قدم پہ ہے قتل گاہ تو کیا
چلو قدم اٹھائیں زندگی کی طرف

ہمیں اک دن جاں سے گزر جانا ہے
مگر ہم زندگی کا عذاب کیوں چھوڑیں
جن کی تعبیر ممکن بھی نہیں ہے
ہم وہ اپنے خواب کیوں چھوڑیں

سالگرہ

خدا کرے تیرا حسن سلامت رہے
کبھی بھی اس پہ گرد الم نہ پڑے
وہ آنکھ جسے بہت چاہا ہے میں نے
تیری یہ آنکھ کبھی بھی نم نہ پڑے

خدا کرے روشن رہیں تری راہیں
کبھی نہ رخ ہو ترا تیرگی کی طرف
موت و حیات کی اس کشاکش میں
تیرا سفر رہے فقط زندگی کی طرف

خدا کرے بکھرتی ہوئی اس دنیا میں
تمہارے حسن کو ثبات مل جائے
تمہیں ضرورت پڑے جو لمحوں کی
تم کو میری بھی حیات مل جائے

قطعہ

وہ حسن بھی ماند ہوا مرے اشعار کی صورت
مجھ کو بھی لے ڈوبی گردش ایام کی گرد
رفتہ رفتہ اس کے خدوخال پہ بھی پڑنے لگی
عرصہ دہر سے اٹھتی ہوئی آلام کی گرد

روبرو ہے تو نظر نہ چرا مجھ سے
حسین شخص ذرا ہاتھ تو ملا مجھ سے

یہ کیا شب و روز وہی گزرے فسانے
بچھڑ گیا ہے تو دامن بھی چھڑا مجھ سے

تمہارے بعد ہر سانس عذاب لگتی ہے
تمہیں کہا تھا کہ دور نہ جا مجھ سے

ہر ایک گزرتے لمحے کا قرض چکانا ہے
کہ ایک شخص ہو گیا ہے قضا مجھ سے

تمہیں پانا ایسا مسئلہ بھی نہ تھا
مگر اٹھا ہی نہیں دست دعا مجھ سے

مجھے میسر تھے خوبصورت لوگ
تو کس زعم میں بے خبر رہا مجھ سے

ہر رت جواں تھی تم بھی پاس تھے جاناں
یہ کیا کہ سبھی منظر اداس تھے جاناں

ہم نے یونہی بس قرب کی تمنا کی
ہمیں تو فاصلے بھی راس تھے جاناں

محبتوں میں جاں گنوانے کے بعد کھلا
خیال تھے ہم، تم بھی قیاس تھے جاناں

یہ وقت کہ ترے نقش بھی یاد نہیں
وہ وقت کہ تم دل کی آس تھے جاناں

تیرے بعد بھی درد فراق تھا ہمراہ
تیرے ساتھ بھی رنج و ہراس تھے جاناں

ہم اٹھا کے جب رخت سفر آتے ہیں
اپنی راہوں میں شمس و قمر آتے ہیں

در و دیوار ہم سے نام و پتہ پوچھتے ہیں
ہم جو بھٹکے ہوئے لوٹ کے گھر آتے ہیں

پاس ہو کے جو میسر نہیں ہوتے ہم کو
دور جا کے وہ خوابوں میں کدھر آتے ہیں

چلو کہ آج پھر انہی رستوں پہ چلیں
جن رستوں میں بوڑھے شجر آتے ہیں

رک جاؤں تو دور تلک ہے پھیلا صحرا
چل پڑوں تو مقابل دیوار در آتے ہیں

محبتوں پہ اعتبار بھی کم ہے
گئے ہوؤں کا انتظار بھی کم ہے

ہو گیا ختم عہد ہائے جنوں
تیرے حسن پہ بہار بھی کم ہے

وہ بچھڑ گیا ہے آغاز سفر میں
اب سفر خوش گوار بھی کم ہے

گزر گیا ہے عہد جوانی کا
اب حیات سازگار بھی کم ہے

ہم کو گلوں نے وہ زخم دیے
ہمیں خواہش بہار بھی کم ہے

ہمیں بھی شوق نہیں وفاؤں کا
تمہارا عہد پائیدار بھی کم ہے

تُو بھی خلق کی زباں ہوبہو بولتا ہے
میں تو سمجھا تھا کہ مجھ سے تو بولتا ہے

خلق ہاتھ میں پتھر لیے پھرتی ہے
کوئی نعرہ انا الحق کو بکو بولتا ہے

قریہ قریہ ہے یہاں دشت ہجراں
ایک گریہ یعقوب ہے ہر سو بولتا ہے

جنگ لڑنی تھی مجھے جس لشکر کے بھروسے
وہ تو خود کو میرا عدو بولتا ہے

ایک منظر ہے یہاں کہ زبانیں چپ ہیں
شہر کی گلیوں میں مگر لہو بولتا ہے

ہاتھ اٹھایا بھی تو خدا سے کیا مانگا
ہم نے تجھے گنوانے کا حوصلہ مانگا

اب کہ دلوں میں وہ فاصلے پڑے ہیں
رابطوں میں صدیوں کا فاصلہ مانگا

جانِ جاں تیرے دکھ سے نکلنے کے لیے
بارہا زندگی سے بھی راستہ مانگا

کہاں کہاں نہ گئی دل وحشی کی پکار
دل نے کبھی جنگل کبھی صحرا مانگا

تیرے تشنہ لبوں کی طلب تھی عجیب
سمندروں میں ڈوب کے دریا مانگا

محبتوں کو زیاں سمجھ لوں کیا
زندگی کو رائیگاں سمجھ لوں کیا

حکم گریز ہے سوال اٹھانے سے
میں خود کو بے اماں سمجھ لوں کیا

فسانہ عشق بیاں کر کے پھولوں سے
خوشبوؤں کو رازداں سمجھ لوں کیا

چپ کی زباں ہے اہل دل کی زباں
خامشی کو بیاں سمجھ لوں کیا

ایک یخ بستہ گھٹن ہے مرے آنگن میں
یہی سب کی داستاں سمجھ لوں کیا

اگر اجازت ہو تو حال دل کہہ دوں
میں تم کو اپنی جاں سمجھ لوں کیا

وہ لوٹ آیا ہے عہد گزشتہ لے کر
اب اس کو امتحاں سمجھ لوں کیا

ہاں ٹھیک میں نے تجھ کو چاہا ہے
تو پھر تم کو آسماں سمجھ لوں کیا

اپنی وفاؤں کے قصے نہ رائیگاں جائیں
تیرے میرے حوصلے نہ رائیگاں جائیں

نہ چھیڑ اے دل گئے دنوں کے افسانے
وصال یار کے لمحے نہ رائیگاں جائیں

آ کسی روز پھر شدتوں سے ملیں
اپنے درمیاں فاصلے نہ رائیگاں جائیں

کبھی دیار ہجر کا سکوت بھی سن لو
کہ فرصتوں کے لمحے نہ رائیگاں جائیں

وہ حرف تمنا جو کبھی کہے نہیں میں نے
وہ حرف سارے ان کہے نہ رائیگاں جائیں

چھوڑ جائیں گے اک اور داستانِ عشق
کہ خلق کے وسوسے نہ رائیگاں جائیں

وہ جو بچھڑا ہے تو اک غزل کہہ لوں
محبتوں کے سانحے نہ رائیگاں جائیں

اک خواہش وصال یار دل رائیگاں میں رہ گئی
میری دعائے نیم شب کسی آسماں میں رہ گئی

آسماں در آسماں جو پھر رہی ہے شعاع حسن
کسی کے رخ کی چاندنی کہکشاں میں رہ گئی

زباں زبان سے بیاں ہوا میرا فسانہ جنوں
تیرے حسن کی داستاں مری داستاں میں رہ گئی

جا بجا جو پھوٹتی ہے روشنی مرے حرف سے
ترے خیال کی روشنی میرے بیاں میں رہ گئی

بات صرف یہ ہوئی اس کو نہ پا سکا تھا میں
بس ذرا سی بات تھی زباں زباں میں رہ گئی

رفتہ رفتہ سفر نصیب منزلوں کو پہنچ گئے
مگر محبت رائیگاں درِ بے اماں میں رہ گئی

کیا تھا جب وعدہ وفا وہ کوئی ہی جہاں تھا
جس جہاں کی بات تھی اسی جہاں میں رہ گئی

رسموں رواجوں کی بلاؤں میں گھرا ہوا ہے
پھول سا شخص خزاؤں میں گھرا ہوا ہے

مجھے خبر ہے اسے راستہ نہیں ملتا
وہ آج کل مری دعاؤں میں گھرا ہوا ہے

محبت ہی محبت ہے ادھر اس کے لیے
ادھر وہ شخص اناؤں میں گھرا ہوا ہے

سر شام نگاہیں ڈھونڈتی ہیں جسے
وہ چاند تو گھٹاؤں میں گھرا ہوا ہے

کیا خبر کہ ٹھہرنے کو ہے مہلت کتنی
چراغ جاں ہواؤں میں گھرا ہوا ہے

پھر رہا تھا جو حقیقتوں کے تعاقب میں
وہ ان کہی صداؤں میں گھرا ہوا ہے

یارب وطن کی ڈوبتی نبضوں کی خیر
اک کارواں رہنماؤں میں گھرا ہوا ہے

اس ستم گر سے شکایات کہاں کرتے ہیں
بات بڑھ جائے تو ہم بات کہاں کرتے ہیں

چپ چاپ چلے جاتے ہیں کاسہ دل لے کر
اس بستی میں لوگ سوالات کہاں کرتے ہیں

ہم ہیں یہاں گمشدہ دیاروں کے سفیر
کسی مسئلے پہ اظہار خیالات کہاں کرتے ہیں

سماعتیں ترس گئیں ان کے لہجوں کے لیے
ہائے وہ لوگ اب بات کہاں کرتے ہیں

کیسے پتھرا جاتی ہیں حسرت زدہ آنکھیں
کیسے بادل ہیں کہ برسات کہاں کرتے ہیں

اگرچہ بچھڑنے کا حوصلہ کب تھا
مگر سوا اس کے راستہ کب تھا

مسئلہ یہ کہ جیب خالی تھی
تجھ کو پانا مسئلہ کب تھا

میں نے تیرے بعد بھی محبت کی
تُو بھی مرے بعد اکیلا کب تھا

بس ایک منظر تھا بکھرتے ہوؤں کا
وہ یوں پلٹ کر دیکھتا کب تھا

ہم ایک ساتھ چل نہیں پائے
اپنے درمیاں کوئی دوسرا کب تھا

حقیقتوں کی چاہ میں خواب بھی نہیں ملا
دشت فراق یار میں سراب بھی نہیں ملا

نا معلوم راستوں پہ بس یونہی چلتے رہے
سکون کی بات ہی کیا عذاب بھی نہیں ملا

جس کے دم سے تھے عنواں محبت کے
اس کو کسی کتاب کا انتساب بھی نہیں ملا

جس کی آمد پہ پھول چمن چمن کھلے
اس کے ہاتھ میں کوئی گلاب بھی نہیں ملا

چار سُو بھٹک گئے رفتگاں کی تلاش میں
گئی رتوں کا کوئی حساب بھی نہیں ملا

تجھے گنوا کے پریشاں تو ہونا تھا
اس تعلق کو رائیگاں تو ہونا تھا

محبتوں میں یہ بھی زیاں تو ہونا تھا
تم کو مجھ پہ نامہرباں تو ہونا تھا

ہم کہ بے مہری حالات سے افسردہ ہیں
جہاں تم ہو ہمیں وہاں تو ہونا تھا

صبح بہار میں روبرو ترا حسن
مر نہ جاتے مگر حیراں تو ہونا تھا

تم مقابل ہو اگر تو کیا کیا جائے
ہمیں کسی کا حریف جاں تو ہونا تھا

ہم پہ مسلط تھے کم ظرف لوگ
ہمیں اس عہد میں رائیگاں تو ہونا تھا

بس یونہی روز و شب سلگتے رہے
تجھے گنوایا تو خود سے بھی الجھتے رہے

خزاں کے خوف سے کچھ پھول کھل نہ سکے
ہوا کے دوش پہ کچھ چراغ جلتے رہے

انہی ہاتھوں سے کبھی خوشبو نہ گئی
وہ ہاتھ کہ جو کلیوں کو مسلتے رہے

ہوس کی آگ نہ بجھی رہنماؤں کی
ایک ایک کر کے مرے شہر جلتے رہے

یاد آئی بہت پھر خزاں کی رت
سبز موسم میں جب پھول مرتے رہے

محبتوں میں یہ بھی ایک تجربہ اور ہی تھا
ملے بغیر بچھڑنے کا المیہ اور ہی تھا

اب کہ بار جنگ سے ہم گریز کر گئے
خلق کی زباں پہ مگر واقعہ اور ہی تھا

یوں تو محفل میں وہ دیر تک چپ رہے
آنکھ سے آنکھ تک سلسلہ اور ہی تھا

یخ اندھیری رات میں تنہا کھڑا جلتا رہا
اپنے ایک چراغ کا حوصلہ اور ہی تھا

کچے گھر بنائے گئے اک نئی امید سے
چڑھتے ہوئے دریاؤں کا ولولہ اور ہی تھا

ہجر رت میں کوئی لمحہ سحر تھا ہی نہیں
میں جہاں بھی گیا تُو ادھر تھا ہی نہیں

ہم نے بھی چاہا تھا کہ نقل مکانی کرتے
اپنے پاس مگر رخت سفر تھا ہی نہیں

ہم کہ چل پڑے کُوئے محبت کی طرف
لوٹ کے آئے تو کاندھے پہ سر تھا ہی نہیں

ہم ہی وہ لوگ کہ سارا جہاں تھا جن کا
ہم ہی وہ لوگ جن کا گھر تھا ہی نہیں

تیری محفل میں کیا خاک رونق ہو گی
تیری محفل اک خاک بسر تھا ہی نہیں

بارہا اس سے کہا بھی کہ کنارا نہ کرے
اپنی باتوں میں مگر کوئی اثر تھا ہی نہیں

تیری جستجو میں پھرے ہم گلیوں گلیوں
تُو مگر کہیں سر راہ گزر تھا ہی نہیں

جو رگ جاں سے قریب لگتا ہے
وہ کسی اور ہی کا نصیب لگتا ہے

دھندلا گئے ہیں اب تیرے نقوش
وقت بے رحم صلیب لگتا ہے

جانے کیوں قدم قدم پہ مجھے
زندگی کا چلن عجیب لگتا ہے

حامد اب اس کی شکائتیں کیسی
وہ تیرا ہی تو حبیب لگتا ہے

اسی کو زندگی کا ثمر کہا جائے
عذاب دربدری کو سفر کہا جائے

دیس میں اک دستور کا چرچا ہے
سبھی کم ظرفوں کو معتبر کہا جائے

تم کیا سوچتے ہو اس سے کیا غرض
ہمیں کچھ بھی نہ منہ پر کہا جائے

تمام عمر ہم چراغ بن کے جلے
ہماری ڈوبتی نبضوں کو سحر کہا جائے

ہم اہل حرف آ گئے شہر سکوت میں
یہاں ہماری عمروں کو مختصر کہا جائے

تم کیا گئے کہ ہم پہ آسماں ٹوٹ گیا
میں تو سچ مچ میری جاں ٹوٹ گیا

تو کیا اب وقت ہجر آ پہنچا ہے
تو کیا وہ عہد رائیگاں ٹوٹ گیا

عجب نہیں کہ تم کو جلا دے گا
اگر کسی دن یہ آتش فشاں ٹوٹ گیا

پھر ایک روز اس نے بے وفائی کی
پھر ایک روز غرور جاں ٹوٹ گیا

امیر شہر کا اک مکاں بنانے میں
جانے کس کس کا جہاں ٹوٹ گیا

اہل تخریب نے تعمیر اٹھائی اس کی
عجب نہیں اگر وہ مکاں ٹوٹ گیا

اسی کے ساتھ سارا سفر گزارا تھا
ہمارے ساتھ شب ہجر کا ستارا تھا

ساحلوں پہ شور تھا نوحوں کا
ڈوبنے والوں نے تجھے پکارا تھا

سفینے ڈبو دیے ہیں ناخداؤں نے
خبر نہیں کون کس کا سہارا تھا

میرا تو آ کے کہیں بھی جی نہ لگا
کیوں مجھے آسمانوں سے اتارا تھا

کشتیِ جاں پار نہیں اتری
ہمیں ہر عہد میں خسارا تھا

تجھ کو دیکھا ہے بے وفا ہوتے
میری جاں یہ حوصلہ ہمارا تھا

دشت الفت میں سارے سراب ایک سے ہیں
رہ وفا کے سبھی عذاب ایک سے ہیں

آؤ کہ محبتوں کے مسائل پہ بات کریں
ہمیں ملو کہ ہم تم خراب ایک سے ہیں

وہ چاہتے ہیں کہ زبانیں بند ہو جائیں
ستمگراں شہر کے خواب ایک سے ہیں

کیا خبر کس کے ہاتھ کتنے کانٹے ہیں
دیکھنے میں تو سارے گلاب ایک سے ہیں

شہر منافقت میں کریں کس کس سے گریز
سب کے چہروں پہ نقاب ایک سے ہیں

میرے ساتھ ہی چل میرے آوارہ مزاج
ہم اہل دل ہیں ہمار ے عذاب ایک سے ہیں

جب ہم دردِ ہجراں سے مر رہے ہوں گے
اس کے گیسو کہیں اور بکھر رہے ہوں گے

جن کو اب کہیں منزل نہیں ملتی
کبھی یہ لوگ میرے ہمسفر رہے ہوں گے

جو چل پڑا ہے ہمیں دے کے ویرانی
اب اس کے لیے آئینے سنور رہے ہوں گے

گھٹن بڑھتی جاتی ہے میرے آنگن میں
میری زمیں پر نئے موسم اتر رہے ہیں

آج کا دن گزر گیا ہے مگر میرے لوگ
اب آنے والے کل سے ڈر رہے ہوں گے

ہمیں خبر ہے تجھے لوٹ کر نہیں آنا
مگر دریچے تمہیں یاد کر رہے ہوں گے

اس کی آنکھوں میں چمک ہے نئے تعلق پر
کتنی آنکھوں میں خواب بکھر رہے ہوں گے

کیا دن ہیں تمہاری بھی تمنا بھی نہیں کرتے
تجھے یاد تو کرتے ہیں تیری پرواہ نہیں کرتے

میں نے اک روز چراغوں سے الجھ جانا ہے
جو جلتے تو ہیں لیکن اجالا نہیں کرتے

ان نقش کف پا سے بھٹک جاؤ گے تم بھی
یوں آوارہ مزاجوں کا پیچھا نہیں کرتے

اک درد چلا آتا ہے لفظوں میں ہمارے
تم بھی تو میری جان اچھا نہیں کرتے

کچھ تو محبت کا اثر رکھتے ہیں ہم بھی
یوں آنکھ میں کاجل تو پھیلا نہیں کرتے

جانے کس سمت لے جائے محبت اس کی
دل ڈھونڈتا رہتا ہے صورت اس کی

وہ جو کہتا ہے کہ تجھ کو رہائی دے دی
ہم نے مانگی بھی کہاں ہے اجازت اس کی

خدا کرے دوستی کا بھرم قائم ہو
کبھی نہ کھل پائے ہم پہ حقیقت اس کی

ایک شخص روشن ہے دیے کی صورت
لوگ ہواؤں سے کرتے ہیں شکایت اس کی

زندگی نے تو بہرحال گزر جانا ہے
وہ اگر لوٹ آئے تو عنایت اس کی

اپنے ہاتھوں سے گنوا کر اک شخص
اب ڈھونڈتے پھرتے ہیں شباہت اس کی

شکستہ تھے مگر دل ہارے تو نہیں تھے
وہ خواب ہمارے صرف ہمارے تو نہیں تھے

یونہی میرے سالار نے جھکا لی گردن
یہ جنگ کسی طور ہم ہارے تو نہیں تھے

کس زعم میں اب وہ لوٹ کے آیا ہے
اس شخص کو کبھی ہم پکارے تو نہیں تھے

برا کیا تھا اگر وہ کچھ دیر کو رک جاتا
اس میں کچھ اس کو خسارے تو نہیں تھے

تیرے در پہ چلے آتے تھے صدیاں لے کر
ہم میری جاں وقت کے مارے تو نہیں تھے

ہم اکیلے ہی چلے ہیں سر دشت وفا
ہم کو کہیں یاروں کے سہارے تو نہیں تھے

شہر محبت سے شہر بے یقیں تک آ گئے
آسمانوں سے چلے تھے اور زمیں تک آ گئے

بیٹھنے کو جگہ دی آستانوں پر جنہیں
رفتہ رفتہ وہ میری آستیں تک آ گئے

گہری رفاقتوں میں ایک المیہ یہ بھی تھا
میری روح کے بھنور اس جبیں تک آ گئے

ذکر چھڑ گیا تھا کلیوں کے بکھرنے کا
اور سارے تذکرے اک حسیں تک آ گئے

اپنے کچھ ہمنشیں ہیں اُس طرف ملے ہوئے
کس طرح دشمن مرے میری زمیں تک آ گئے

ایک لمحہ صورت بہار ملا ہے ہمیں
سر راہ روٹھا ہوا یار ملا ہے ہمیں

کار جہاں میں نصیب کہاں ہو قرار
دل بھی تو بے قرار ملا ہے ہمیں

تمام عمر ترے جانے کا غم منائیں گے
مدتوں بعد غم پائیدار ملا ہے ہمیں

دکھ کم نہ ہوا تجھے مل کے بھی
تو بھی تو سوگوار ملا ہے ہمیں

اس سفر میں ملا ہے ایک ہی دوست
اور وہ بھی بیکار ملا ہے ہمیں

پہلے پہل ملا تھا تُو مجھ کو
پھر غم ہائے روزگار ملا ہے ہمیں

دشت ہجر میں ترے خیال کی صورت
اک شجر سایہ دار ملا ہے ہمیں

لہو میں عجیب رسم بغاوت تھی
چراغ بن کر ہواؤں سے عداوت تھی

ہمارا عہد ہمارا نہیں کسی اور کا تھا
ہمارے ذہن پہ کسی اور کی حکومت تھی

ہم نے وفا نبھانی تھی، نبھا دی ہے
اسے تو یوں بھی مکرنے کی سہولت تھی

تھی تار تار قبا اور داغ داغ بدن
خیر جو بھی ہو زندگی خوبصورت تھی

ہمیں تو اس سے کوئی واسطہ نہ رکھنا تھا
یہ محبت تو اس آنکھ کی شرارت تھی

عمر بھر رہی ہے جستجوئے وصال
جس کو پایا نہیں یہ وہ حقیقت تھی

نہ جستجو نہ حسرت نہ خواب کوئی
اپنے جیے جانے پہ ہی حیرت تھی

کچھ چہرے نظر تو آئے ہیں مسیحاؤں جیسے
سادگی میں، حسن میں میرے گاؤں جیسے

ان زمینوں میں کس کس کا لہو جاری ہے
مگر اب بھی وہی رنگ ہیں خزاؤں جیسے

ہم نے چاہا تھا کہ اوڑھ لیں چادر برف
حوصلے ہم میں نہ تھے کوہ پیماؤں جیسے

مل لیتے ہیں کبھی کھانے کی میز پہ ہم
اپنے گھر بھی ہو گئے ہیں سراؤں جیسے

سر پٹختے پھرتے ہیں وہ صورت نمرود
کل تلک لہجے تھے جن کے خداؤں جیسے

وہ تھا کسی چوکھٹ پہ رکھا ہوا چراغ
اپنے تیور تھے سر پھری ہواؤں جیسے

گرچہ طعنہ زن تھا میں اس کی بے وفائیوں پر
دل خود بھی مائل تھا تازہ آشنائیوں پر

ترے روٹھ جانے کا کوئی ملال تک نہیں
میں بہت افسردہ ہوں دل کی کج ادائیوں پر

پھر اس کے بعد مدتوں دل اداس رہنا ہے
ایک نظر تو کر کبھی شہر کی تنہائیوں پر

وہ عہد ہائے محبت بھی خوب تھا مگر
دل گرفتہ ہوں بہت اب تری رسوائیوں پر

یاد ہیں پہلے پہل محبتوں کے سانحے
دل اب بھی رو پڑتا ہے گزری ہوئی جدائیوں پر

وہ وقت نہ آئے کہ کوئی شعر بھی نہ ہو سکے
کہیں خزاں نہ آ جائے اس حسن کی رعنائیوں پر

رسم عاشقی میں یونہی در بدر سے ہو گئے
دل کبھی مائل نہ تھا دشت کی پہنائیوں پر

ایک بھُولا شخص یاد پھر آنے لگا
تصویر اک بننے لگی خواب کی پرچھائیوں پر

وہ ہجر ملا ہے کہ سنبھل سکیں گے نہیں
شکست جاں کے سلسلے رکیں گے نہیں

یوں ہی کہہ دیا کہ پھر ملیں گے کبھی
جانتے تھے کہ ہم پھر ملیں گے نہیں

اپنی داستاں رہے گی کئی زبانوں پر
موت آئی بھی تو ہم لوگ مریں گے نہیں

ہم بھی چاہتے ہیں کہ حادثے نہ ہوں اب
خواہشوں سے مگر حادثے ٹلیں گے نہیں

یہ تو طے ہے ہر حال میں چلیں گے ہم
یہ اور بات تیرے ساتھ اب چلیں گے نہیں

سادہ سی نظر سادہ سے خدو خال اس کے
حسن والوں میں مگر رنگ بے مثال اس کے

جو اہل نظر میں مسرتیں بانٹ رہا ہے
ہم سینے میں لیے پھرتے ہیں ملال اس کے

ہم چل تو پڑے ہیں عمر رواں کے ساتھ
ہم کہیں چھوڑ آئے ہیں خیال اس کے

دنیا والوں کو جو لگتا ہے عام سا شخص
دیکھے ہیں ہم نے ہزاروں کمال اس کے

کسی طور بھی اس نے وفا نہیں کرنی تھی
ہم پہ عیاں تھے سبھی حال اس کے

شہر جُنوں کو جو اپنا مکاں بناتے تھے
ہم پتھروں کو بھی ہم زباں بناتے تھے

اب جلا دیتے ہیں ہم بکھرے تنکوں کو
گئے وہ دن جب آشیاں بناتے تھے

روز اس گلی سے گزر کے جاتے تھے
لوگ ہر روز اک داستاں بناتے تھے

کہیں سے گزرتا ہوا دیکھ لیں اس کو
اسی امید پہ کھڑکیاں بناتے تھے

کبھی گریز تھا نو خیز کلیوں سے
کبھی خوشبوؤں کو رازداں بناتے تھے

نہ جانے اب کس خار زار میں ہیں
جو کاغذوں پہ تتلیاں بناتے تھے

عجیب لوگ تھے جلا کر درختوں کو
پھر دھوئیں سے سائباں بناتے تھے

یہ طور تھا یہاں کہ شہر کے لوگ
راہزنوں کو اپنا پاسباں بناتے تھے

وہی لوگ حبس کی قید میں ہیں
جو ہوا کے رخ پہ اپنا مکاں بناتے تھے

گردش وقت دکھائے کیا اور نہ جانے مجھ کو
زندگی سناتی ہے اب میرے ہی فسانے مجھ کو

اس زمانے سے ہو کیسی شکایت جاناں
اب تری یاد بھی آتی ہے رلانے مجھ کو

لگتا ہے محبت کے امتحاں باقی ہیں ابھی
کہ پھر لوٹ کے آیا ہے وہ منانے مجھ کو

جہاں تجھے پہلے پہل دیکھا تھا
یاد آتے ہیں وہ آئینہ خانے مجھ کو

آج پھر عہد گزشتہ پہ ماتم ہو گا
کوئی آیا ہے آئینہ دکھانے مجھ کو

چراغ ہجراں جلا گئے ہو
زندگی کو بجھا گئے ہو

یوں مسکرا کے بچھڑنے والے
لہو کے آنسو رلا گئے ہو

مجھے نظر پہ یقیں نہیں ہے
کیا تم سچ مچ آ گئے ہو

حیراں ہے چشم خیال اب تک
تم کیسے دل میں سما گئے ہو

یہ زندگی ہے اداس اب بھی
تم جو اٹھ کے کیا گئے ہو

محفل رنگ و بُو سے حامد
کیوں اس قدر خفا گئے ہو

ہر ایک گھڑی یوں گزرتی ہے
زندگی پل پل بکھرتی ہے

میں کیا کروں دشمن جاں میرے
زندگی صرف تجھی پہ مرتی ہے

عشق ہوتا ہے دربدر اکثر
جب حسن پہ جوانی اترتی ہے

دیار صبح کو یہ راز کیا معلوم
تمام شب چراغ پہ کیا گزرتی ہے

کس نے کی ہو گی یوں تیری آرزو میری طرح
بکھرا ہوا ہے جا بجا میرا لہو میری طرح

یوں تو کس کی جوانی کو نہیں آیا زوال
ہے یہی دعا کہ بکھرے نہ تو میری طرح

اپنی اداس آنکھوں میں گئے زمانے کے رنج لیے
تیری محفل میں تھا کون ہو بہو میری طرح

گلشن ہستی میں تو بھی خوشبو ہی سہی
در بدر ٹھہرے گا تو بھی چار سو میری طرح

اب کہاں لے جائے گا شوق نظارہ مجھے
لٹ چکا ہے کاروان رنگ و بو میری طرح

جب نوحہ گراں تیری مری وفاؤں کا خون تھا
تو رقص میں ہوس کے خداؤں کا خون تھا

لٹی ہے قدم قدم پہ جوانی بہار کی
سلامت رہا ہے جو خزاؤں کا خون تھا

روشن تھے جن کے دم سے ایوانوں کے چراغ
وہ بھی غریب شہر کی تمناؤں کا خون تھا

تجھ سے محبتیں کوئی آساں بھی نہ تھیں
بکھرا ہوا ہر سو مری اناؤں کا خون تھا

جس راہ پہ چلنے گریزاں رہے ہو تم
اس راہ میں دفن مری اناؤں کا خون تھا

ملتے رہے جس سے منزلوں کے نشاں
کسی وفا سرشت کے پاؤں کا خون تھا

میری ہر ایک آہ لوٹی ہے بے اثر
جبین وقت پہ میری صداؤں کا خون تھا

تہہ خاک لے جائے، سوئے آسماں لے جائے
ہم نے جانا ہے یہ محبت جہاں لے جائے

اس کی عادت ہے آئے تو چند لمحوں کے لیے
اور جب جانے لگے تو مری جاں لے جائے

کبھی تو یوں آئے کوئی صرصر کا جھونکا
جو اڑا کے مجھے کوئے بتاں لے جائے

زندگی تیرے لیے اب اشک بہاؤں کیسے
میرا ہر آنسو تو غم ہجراں لے جائے

اس زود رنج کو دکھ کی دوا نہیں کہا
ایک بندہ خدا کو کبھی خدا نہیں کہا

دکھ تو ہے اس کے یوں بچھڑنے کا مجھے
یہ الگ دکھ کہ اس کو الوداع نہیں کہا

جدا اگر ہو گئے پھر یہ تذکرہ بھی کیوں
میں نے کیا نہیں سنا، تو نے کیا نہیں کہا

اس کا حوصلہ تھا جو اپنی راہ پہ چل پڑا
میں نے اس کو آج تک خود سے جدا نہیں کہا

ایک چراغ بجھ گیا تو ایک چراغ جلا لیا
ہوائے شام کو کبھی برا بھلا نہیں کہا

گئی رُتوں کی داستاں ہو گئے
جان جاں! ہم رائیگاں ہو گئے

ہم ہی تو تھے فسانہ رسوائی
جو ہر زباں سے بیاں ہو گئے

تو وہ حرف جو کہا نہیں گیا
ہم وہ فسانہ جو بیاں ہو گئے

وہ حرف جو کبھی کہے نہیں گئے
آج اس آنکھ سے عیاں ہو گئے

ہم ایک ساتھ چلے تھے مگر
نقش پا بے نشاں ہو گئے

کسی کے حسن کی خیر ہو یارب
کہ بہت سے منظر دھواں ہو گئے

جہاں جہاں سے بھی وہ گزر گیا ہو گا
رنگ و خوشبو کا منظر ٹھہر گیا ہو گا

جان لیوا تھے ہجر کے مرحلے سارے
وہ شخص اب وفا سے مکر گیا ہو گا

زمانہ اداس ہوا تو دل نے جانا ہے
تیری ہنسی کا زمانہ گزر گیا ہوگا

بعد مدت خوشی ہوئی تم مل کر
مجھے لگا تھا تو دل سے اتر گیا ہو گا

یاد آئے نہیں آج خال و خد اس کے
خیال و خواب کا موسم بکھر گیا ہوگا

تو نے آج پلٹ کر پکارا ہے جسے
وہ شخص ترے ہجراں میں مر گیا ہو گا

بچھڑ گئے ہو مگر، یوں کیسے
دل کو آئے گا اب سکوں کیسے

یہاں فقط آوازیں ہی آوازیں ہیں
پھر تیری صدا میں سنوں کیسے

میں بھی موجود ہوں تو بھی موجود
پھر ٹوٹ گیا ہے یہ فسوں کیسے

عمر بھر رہنا ہے دشت ہجراں میں
ہاں میری جاں مگر رہوں کیسے

ہم نے فقط سوال اٹھائے تھے
یہاں اچھالا گیا ہے خوں کیسے

کوئی یاد نہیں، کوئی خیال نہیں
تیرے بعد میرا کوئی حال نہیں

وہ بے دلی ہے آج کل کہ مجھے
تیرے جانے کا بھی ملال نہیں

گرچہ زندگی ہے ہمہ تن گوش
لب پہ مگر کوئی سوال نہیں

میرا سفر تھا ہی فنا کی طرف
دشمنِ جاں یہ تیرا کمال نہیں

دل گرفتہ تو ہوں آئینہ دیکھ کر لیکن
وہ کون ہے کہ جس کو زوال نہیں

محفل رنگ و خوشبو کو اداس کرتے ہوئے
ہم نے دیکھا ہے اس حسن کو بکھرتے ہوئے

خزاں میں اب بھی ہیں بہار کے رنگ
خوشبو چھوڑ گئے ہیں پھول بکھرتے ہوئے

میرے بکھرتے خواب کی خیر ہو یارب
بس ایک صدا لگائی کسی نے مرتے ہوئے

بے رنگ ہو گئے ہیں حیات کے تمام ورق
کسی کے فسانے میں رنگ بھرتے ہوئے

کچھ اس طرح سے بسر زندگی کی ہے
بزم جاناں میں جل جل کے روشنی کی ہے

اس کے سوا اور کیا ستم ہوں گے
چاند چہروں نے زندگی میں تیرگی کی ہے

تو سمجھتا ہے جسے لفظوں کی ترتیب
جاں لٹائی ہے ہم نے تو شاعری کی ہے

ایک دن آنا ہے ترے پیکر کو بھی زوال
ہم نے عبث ترے نام زندگی کی ہے

بعد مدت سوچ کے ترے عہد و پیماں
ہنس پڑے ہیں مگر بات فسردگی کی ہے

خوشبوئیں ہیں ہر سو اور گل مہکے ہوئے
تو نے کس موسم میں بے رخی کی ہے

گرچہ ترے ہجر نے بہت سوگوار کیا
پھر بھی عہد وفا کو استوار کیا

یوں بچھڑ کے ملنا ممکن ہی نہیں تھا
ہم نے عبث تیرا انتظار کیا

یوں گزارا ہے عہد جنوں ہم نے
خزاں کی رت میں بھی جشن بہار کیا

اگرچہ میسر تھے بہت حسیں چہرے
ہمیں مگر تری طلب نے خوار کیا

بار بار کھایا ہے ایک ہی زخم
ایک ہی عشق بار بار کیا

نہ پوچھ کہ تیرے ہجراں میں
ہم نے کس کس کو پیار کیا

تمہارا حسن بھی بکھرا ہوا ہے
میرا اک خواب بھی ٹوٹا ہوا ہے

ہم ایک ساتھ نہیں رہے لیکن
لوگوں نے سب یاد رکھا ہوا ہے

اس برس تُو بھی بچھڑ گئی آخر
خیر جو بھی ہے، سب اچھا ہوا ہے

اس بے ثبات تغیر پذیر دنیا میں
تمہارا ہجر ہے جو ٹھہرا ہوا ہے

مجھ کو درپیش ہیں عذاب ہجراں کے
تمہارا رنگ کیوں بدلا ہوا ہے

اے وقت کچھ دیر گریز کر کہ وہ
میرے پہلو میں بیٹھا ہوا ہے

اے ہوائے بہار

اے ہوائے بہار تو ہی بتا
کہ وہ جان جہاں کیسی ہے
جس سے منسوب ہے فسانہ جاں
اب وہ آفت دوراں کیسی ہے

زندگی کے پُر کیف لمحوں میں
بارہا جس نے میری چاہ کی تھی
وہ معصوم سا حسن کہ جس نے
میری پاکیزہ جوانی تباہ کی تھی

وہ جو آئی تھی زندگی میں جیسے
تاریک شب میں چاندنی اترتی ہے
اب چاندنی شب میں پچھلے پہر
کیا کسی کے لیے وہ زلف بکھرتی ہے

ان بہاروں کے حسیں موسم میں
اس کے خواب روشن ہیں کہ نہیں
اس کا وہ حسن وہ پیشانی وہ رخسار
صورت مہتاب روشن ہیں کہ نہیں

کسی کی لچکتی ہوئی حسیں باہیں
کیا اب بھی مرے وصال کو ترستی ہیں
کیا اب بھی جواں کلیوں کے سائے میں
وہ آنکھیں مرے فراق میں برستی ہیں

بہادرو

اس قدر ڈرے ہوئے کیوں ہو

تم میرے شہیدوں کی

آنکھیں نوچ لیتے ہو

زبانیں کھینچ کے

چہرے مسخ کر دیتے ہو

تمھیں کس بات کا ڈر ہے

تمھیں الفاظ، جگنو، روشنیوں سے مسئلہ ہے

تمھیں زباں، آنکھوں اور ذہنوں سے مسئلہ ہے

سبھی سے تم کو خطرہ ہے

سانس تو لیتے ہو تم

پھر مرے ہوئے کیوں ہو

بہادرو

ڈرے ہوئے کیوں ہو؟

نازاں اتنا بھی نہ ہوں شہر ستمگر والے
لوٹ کے آئیں گے ہارے ہوئے لشکر والے

کیسی رُت ہے کہ ہر منظر ہے خزاں
جانے کس دیس گئے پھول سے پیکر والے

اب وہ لوگ ہمیں درس وفا دیتے ہیں
لہجے سرد، دل جن کے ہیں پتھر والے

ہم سے لوگ محبت کی دوا پوچھتے ہیں
ہم جو ہیں لوگ ہارے ہوئے مقدر والے

سب کو لگتا ہے کہ ہے ہمیں جنگ سے گریز
ہاں مگر دشمن بھی تو ہوں برابر والے

کتنے چہرے ہجراں میں خاشاک ہوئے
کتنے ہی شہر ہیں کمہلائے ہوئے منظر والے

ایک منظر گرفتار بلا ہے کب سے
پھول خوشبو سے جدا ہے کب سے

خلق سن نہیں رہی وقت کی آواز
ایک درویش آشفتہ سرا ہے کب سے

سبھی کم ظرف بٹھائے جائیں مسند پر
یہ نیا دستور چلا ہے کب سے

اس چکا چوند میں خبر نہ ہوئی
اپنا اک چراغ بجھا ہے کب سے

چار سو ایک بھٹکتا ہوا چاند
میرے ہمراہ ہوا ہے کب سے

تمہارے ہمارے سخن خواب سے ہیں
یہاں پر تو سارے بدن خواب سے ہیں

روحوں پہ اب وہ دراڑیں پڑی ہیں
تمہاری جبیں کے شکن خواب سے ہیں

صدیوں سے ہیں ہم وہ ہجرت نصیب
ہمارے لیے تو وطن خواب سے ہیں

مقدر کے ایسے بھنور اب پڑے ہیں
قفس اور دار و رسن خواب سے ہیں

اس گل رخ کی چپ کے مقابل
سب شاعروں کے سخن خواب سے ہیں

انگڑائی قیامت اس قیامت بدن کی
روبرو اس کے سارے فتن خواب سے ہیں

اپنے حق میں کچھ اظہار خیالات کرو
ظلمت شب کے اسیرو کوئی بات کرو

شام سے صبح کرو، صبح سے رات کرو
اور پھر ماتم گردش حالات کرو

جس نے تم جینے کی ادا چھینی ہے
تم بھی اس کے لیے برپا مکافات کرو

نئ سحر کے لیے اک عزم لے کے اٹھو
کب تلک خود پہ مسلط فقط رات کرو

یہی چاہا ہے کہ افکار نہ چھینو مجھ سے
یہ کب کہا ہے کہ زندگی خیرات کرو

زمیں ہلی تو تم بھی آؤ گے زد میں
اس قدر اونچی نہ اپنی عمارات کرو

آج پھر میرے مقابل آئے ہوئے تم ہو
سامنے عدو کے سر جھکائے ہوئے تم ہو

اک تماشا شب و روز لگائے ہو تم ہو
میرا معیار زمانے میں گرائے ہوئے تم ہو

ہاتھ تمہارے اپنوں کے لہو سے تر ہیں
یہی میراث کاندھے پہ اٹھائے ہوئے تم ہو

تم کون ہو آخر تمہارا حوالہ کیا ہے
جانے کس بات پہ اترائے ہوئے تم ہو

تم کو سونپے تھے ہم نے در و بام اپنے
شہر در شہر آگ لگائے ہوئے تم ہو

گلیوں گلیوں جیت کا جشن ہے کیوں
لمحہ لمحہ شکست کھائے ہوئے تم ہو

بس ایک پل کو اس سے گفتگو رہی
اس کے بعد پھر نہ کوئی آرزو رہی

وہ کون تھا کہ جس کو پایا نہیں کبھی
وہ کون تھا کہ جس کی بہت جستجو رہی

چلنا تھا ہم کو ایک خوشبو کے ساتھ ساتھ
ہم کو کہاں آرزوئے رنگ و بو رہی

دیار شب میں مجھے اسی کا خیال تھا
روشنی سی ایک میرے روبرو رہی

ہے خبر کہ وصل کا انتظام ہونے کو ہے
قریہ حیات میں مگر شام ہونے کو ہے

راہ چلتے اک ہمسفر سے عشق تو ہوا مگر
کیا کہوں یہ سفر بھی اختتام ہونے کو ہے

آج پھر سے گفتگو کو حرف و لب سنوارے گئے
ایک خوش کلام سے پھر کلام ہونے کو ہے

کوچہ یار سے کُوچ کی شام آ گئی
یعنی آج بہت ہمارا احترام ہونے کو ہے

ہے خبر کہ شہر میں شہر یار آتا ہے
اہل حق پہ بول چال پھر حرام ہونے کو ہے

راستوں میں بکھرے زمانے ملیں گے
کسی موڑ پر دوست پرانے ملیں گے

وہ عہد ہائے محبت تو اب تمام ہوا
تمہیں اب کسی اور بہانے ملیں گے

ہم نہ ہوں گے اب بزم جاناں میں
مگر ہر سو ہمارے افسانے ملیں گے

تجھے خبر ہے کہ جلتے چراغ ہیں ہم
ہوا کے زد پہ اپنے ٹھکانے ملیں گے

متفرق

کیمپس میں ہے کہ اپنے گھر میں ہے
تو میری جاں میری نظر میں ہے

ہمیں تو مر کے بھی سہولت نہ ملی
تُو تو کہتا تھا سکون قبر میں ہے

☆☆☆

اگرچہ آشوب ہجر سے پریشاں بھی رہے
ہم تیرے تصور سے فروزاں بھی رہے

ہم کو تمنا ہے کہ تیری مسیحائی سے
نشاط وصل بھی ہو درد ہجراں بھی رہے

مجھ کو اک عمر گنوانے کا بڑا دکھ ہوا
کہ تیرے ساتھ نبھانے کا بڑا دکھ ہوا

گرچہ تیرے جانے پہ بھی رنج بہت تھا
پر تیرے لوٹ کے آنے کا بڑا دکھ ہوا

☆☆☆

جب تیری خوشبو لیے بادصبا گزرے گی
نہیں معلوم کہ پھر دل پہ کیا گزرے گی

وہاں وہاں پائے گی وہ میری وفا کو
جہاں جہاں سے وہ جان وفا گزرے گی

تم یہ سمجھے تھے کہ ہم چارہ گری کرتے ہیں
ہم میری جان فقط سوداگری کرتے ہیں

طاقوں پہ سجا رکھتے ہیں ٹوٹے دلوں کو
وہ جو تیرے شہر میں آئینہ گری کرتے ہیں

☆☆☆

نہ ہجر ،نہ وصال، نہ تمنا رہی کوئی
زندگی میں اب تو سب کچھ ہے ٹھیک اب

شامل رہے ہیں لوگ جو سورج کے قتل میں
وہ مانگتے پھرے ہیں چراغوں کی بھیک اب

رنگ و نور کی دنیا میں رات کر کے بھی
آج قرار نہیں آیا تم سے بات کر کے بھی

☆☆☆

رہ تو لوں اس کے بغیر بھی لیکن
وہ بد مزاج میرے مزاج کا تھا

☆☆☆

وہ چاہتا تھا کہ اور بھی دنیائیں دیکھے
ہم نے جاتے ہوئے اس شخص کو روکا ہی نہیں

ہم اہلِ حرف اگر سلامت رہے
تمہارا نام بھی آئے گا فسانے میں

☆☆☆

وقت کے خوشنما منظر دیکھا کیجئے
جانِ جاں آئینہ اکثر دیکھا کیجئے

☆☆☆

پکارتی رہی حیات ہمیں
لے اڑے حادثات ہمیں

☆☆☆

اٹھو کہ آج مقتل میں پکارا جا رہا ہے پھر
لہو سے دیس سے کا منظر نکھارا جا رہا ہے پھر

جی چاہتا ہے اداس کر کے اسے
میں آج سارے زمانے کو خفا کر دوں

☆☆☆

روبرو اس کے تقاضائے ذات کیا کرتے
ہم خالی ہاتھ محبت کی بات کیا کرتے

☆☆☆

اک جان لیوا انتظار طویل تر ہوتا ہوا
ہائے ایک زندگی رائیگاں ہوتی ہوئی

ایک ہی دکھ ازل سے ہے
تو کسی بھی لمحے مرے پاس نہ تھا

☆☆☆

تیرے روٹھ جانے کا دل کو ملال بہت رہا
اب کے برس بھی ہمیں ترا خیال بہت رہا

دسمبر 2023

گئی رُتوں کی داستاں ہو گئے
جانِ جاں! ہم رائیگاں ہو گئے

حامد نذیر